سلسلہ

مواعظ حسنہ نمبر ۱۹

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲

کراچی فون ۴۶۸۱۱۲ ۴۹۹۲۱۷۶

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۱۹

حیاتِ تقویٰ

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲

کراچی فون ۴۶۸۱۱۲ ۴۹۹۲۱۷۶

احقر کی جملہ تصانیف وتالیفات درحقیقت مرشدنا ومولانا محی السنۃ
حضرت اقدس شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم اور حضرت اقدس
مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس
مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتوں کے فیوض
وبرکات کا مجموعہ ہیں۔

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

نام وعظ = حیاتِ تقویٰ

واعظ = عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع ومرتب = سید عشرت جمیل میر

ناشر = کتب خانہ مظہری

فہرست

ہے یہاں سے تجھ کو جانا ایک دن

قبر میں ہو گا ٹھکانا ایک دن

مُنھ خُدا کو ہے دکھانا ایک دن

اب نہ غفلت میں گنوانا ایک دن

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے

کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

حضرت مجذوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

عرضِ مرتب

بعض سالکین بوجہ لاعلمی کے گناہوں کے تقاضوں کو تقویٰ کے منافی سمجھتے ہیں اور اس وجہ سے ان تقاضوں سے سخت پریشان رہتے ہیں حتیٰ کہ شیطان ان کو بہکاتا ہے کہ ان تقاضائے معصیت کے ہوتے ہوئے تم اللہ والے نہیں ہوسکتے لہٰذا غیر صحبت یافتہ اور حقیقت دین و تصوف سے ناآشنا نہ جانے کتنے لوگ معصیت اور تقاضائے معصیت میں فرق نہ کرسکے اور مایوس ہوکر ان تقاضوں پر عمل کرنے لگے اور منزل قرب حق سے محروم ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ عارف باللہ مرشدنا حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب اطال اللہ بقاءہم وادام اللہ فیوضہم کو جزائے جزیل اور اجر عظیم عطا فرمائے کہ پیش نظر وعظ میں آپ نے نصِ قرآنی فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا سے ثابت فرمایا کہ گناہوں کے تقاضے راہ سلوک میں قطعاً مضر نہیں، ان تقاضوں پر عمل کرنا مضر ہے بلکہ اگر یہ تقاضے نہ ہوں تو کوئی متقی ہو ہی نہیں سکتا کیوں کہ تقویٰ کے معنی ہی یہ ہیں کہ گناہ کا تقاضا ہو اور طبیعت پر جبر کرکے اس کو روکے اور اس روکنے میں جو غم ہو اس کو برداشت کرے لہٰذا مادۂ فجور یعنی تقاضائے معصیت تقوےٰ کا موقوف علیہ ہے اور تقویٰ کے لیے ان تقاضوں کا وجود ضروری ہے لہٰذا ان تقاضوں سے ہرگز نہ گھبرانا چاہیے۔ بس ان کے مقتضا پر عمل نہ کرے اور مادۂ فجور کی دو قسمیں ہیں ایک جاہ دوسری باہ۔ لہٰذا اگر ہم جاہ کا جیم اور باہ کا باء نکال دیں یعنی ان کے تقاضائے غیر مرضیہ غیر شرعیہ پر عمل نہ کریں تو آہ رہ جائے گی اور ہماری آہ اور اللہ میں اتنا قرب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام پاک میں ہماری آہ کو شامل کر رکھا ہے۔ حاصل یہ کہ سالکین طریق تقاضائے

معصیت پر عمل نہ کریں تو مقرب باللہ ہو جائیں گے اور تقویٰ کے حصول کا طریقہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰادِقِیْنَ ہے۔

حضرت والا کا یہ وعظ واماندہ و مایوس سالکین طریق کے لیے نسخۂ کیمیا اور آفتابِ اُمید ہے جس کو حضرت والا نے قرآنی آیات واحادیث پاک سے مدلل فرماتے ہوئے مثنوی رومی کی تمثیلات کے ساتھ اور خصوصاً اس دردِ دل اور سوزِ عشق کے ساتھ بیان فرمایا جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو خاص کیا ہے اور جو اس عظیم و نایاب ورثہ کا حصہ ہے جو اُمت میں خال خال اولیاء کو عطا ہوا۔ اللہ تعالیٰ احقر کو اور ہم سب کو حضرت والا کی معرفت نصیب فرمادے اور قدر کی توفیق عطا فرمادے اور حضرت والا کے سائے کو ہم سب پر طویل ترین مدت تک مع صحت وعافیت دین کی عظیم الشان خدمت اور شرف قبولیت کے ساتھ قائم رکھے اور مجھ کو اور ہم سب کو حضرت والا کے درد دل اور سوزِ عشق اللہ تعالیٰ کی محبت کی تڑپ اور نسبتِ عظیمہ کو جذب کرنے کی صلاحیت و توفیق عطا فرمائے آمین!

حضرت والا دامت برکاتہم نے یہ وعظ مورخہ ۵ شوال المکرم ۱۴۱۴ ہجری مطابق ۱۸ مارچ ۱۹۹۴ء بروز جمعۃ المبارک بوقت ساڑھے گیارہ بجے صبح حسب معمول مسجد اشرف کی محراب سے جالسًا علی الکرسی ارشاد فرمایا اور بعد میں اس کو برادرِ عزیز مکرمی جناب سہیل احمد صاحب انجنیئر خلیفہ حضرت والا دامت برکاتہم نے ٹیپ سے نقل کیا اور احقر راقم الحروف نے مرتب کیا اور اس کا نام حیاتِ تقویٰ تجویز کیا گیا اور آج مورخہ ۱۴ ذوالحجہ ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۴ مئی ۹۵ بروز یکشنبہ طباعت کے لیے دیا جارہا ہے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

جامع و مرتب: احقر محمد عشرت جمیل میر عفا اللہ عنہ

یکے از خدام حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

حیاتِ تقوےٰ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَا فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا
وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا

اللہ تعالیٰ نے اس سے قبل کی آیات میں آسمان اور زمین اور بڑی بڑی نشانیوں کی قسم اٹھانے کے بعد پھر نفس کی قسم اٹھائی۔ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَا اور قسم ہے نفس کی اور اس ذات کی جس نے اس کو درست بنایا جس نے نفس کے اندر دونوں مادّے رکھ دیئے فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا۔ اللہ نے نفس کے اندر گناہ کرنے کے تقاضے اور طاقت بھی پیدا کر دی اور متقی بننے کی صلاحیت بھی اس میں رکھ دی۔ اب انسان کے اختیار میں ہے کہ چاہے وہ نفس کی غلامی کرکے جہنم کا راستہ اختیار کرلے اور چاہے تو ہمت کر کے متقی بن کر اللہ کا ولی بن جائے۔ چاہے تو عبدالرحمٰن بن جائے، چاہے تو عبدالشیطان بن جائے یعنی شیطان کا بندہ بن جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ انسان چاہے تقوٰی کا راستہ اختیار کرے اور چاہے فجور کا راستہ اختیار کرے اسی اختیار پر جزا اور سزا ہے۔

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تقوٰی کو بعد میں کیوں بیان فرمایا فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا نافرمانی کے مادے کو پہلے بیان فرمایا جب کہ قاعدہ کے مطابق اچھی چیز پہلے بیان ہونی چاہیے۔ مسجد میں آپ اچھا قدم یعنی داہنا قدم پہلے رکھتے ہیں۔ کھانا

داہنے ہاتھ سے کھاتے ہیں۔ ہر عمدہ چیز مقدم ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فجور کو مقدم فرمایا تقویٰ پر۔ اس میں ایک بہت بڑا راز ہے۔ اگر یہ راز معلوم ہو جائے تو کسی شخص کو اپنے گناہوں کے تقاضوں سے غم نہ ہو۔ گناہ کا تقاضا آپ کے لیے مضر نہیں ہے اس پر عمل کرنا مضر ہے۔ اگر تقاضا ہی نہ ہو تو آپ متقی ہو ہی نہیں سکتے۔

خونِ آرزو آفتابِ نسبت کا مطلع ہے

کیونکہ تقویٰ نام ہے کہ گناہ کا تقاضا ہو، دل چاہے گناہ کرنے کو لیکن دل کو مار لو نفس کی خواہش کو پورا نہ کرو۔ اپنی غلط آرزوؤں کا خون کر لو تو دل کے تمام آفاق، اُفقِ شرق، اُفقِ غرب، اُفقِ شمال، اُفقِ جنوب دل کے چاروں افق لال ہو جائیں گے۔ دنیا کا سورج تو ایک افق سے نکلتا ہے یعنی مشرق سے لیکن اللہ والے جب تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور اپنی غلط آرزوؤں کا خون کرتے ہیں اور اللہ کے راستے میں غم اٹھاتے ہیں تو دل کے چاروں افق شرق و غرب شمال و جنوب خونِ آرزو سے لال ہو کر چاروں طرف سے دل میں نسبت مع اللہ کا تعلق مع اللہ کا، اللہ کی ولایت اور دوستی کا سورج نکلتا ہے اور اگر غلط آرزو کا خون نہیں کیا تو پھر کیا ملے گا اندھیرے پر اندھیرے چڑھتے جائیں گے۔ غلاظت پر غلاظت چڑھتی جائے گی۔ بدبو پر بدبو، بدنامی پر بدنامی، خوش نامی نہیں ملے گی۔ کوئی حضرت کہنے والا پھر روئے زمین پر نہیں رہے گا۔ جب خلق کو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت جو ہیں یہ بڑے حضرت ہیں۔ محاورہ میں کہتے ہیں کہ یہ بڑے حضرت ہیں، بڑا استاد آدمی ہے۔ ذرا ان سے ہوشیار رہنا۔ اس سے اکرام کے القاب چھین لیے جاتے ہیں۔ گناہ کی ایک سزا دُنیا میں یہ بھی ہے کہ اکرام اور عزت کے القاب چھن جاتے ہیں اور ذلت کے لقب ملتے ہیں۔

آپ بتائیے کہ اس دل کا کیا عالم ہوگا جس کے ہر افق سے اللہ کے قرب کا سورج طلوع ہو رہا ہے۔ ایک صاحب کا نام ہے خورشید ایک دن وہ ملنے آئے تو میں نے یہ شعر کہا ؎

خورشید کے دل کو جو ملا خالق خورشید
خورشید سے پوچھے کوئی خورشید کا عالم

تقدیم الہام الفجور علی التقویٰ کا راز

اللہ تعالیٰ کا نفس کی قسم کھانا یہ دلیل ہے کہ کوئی بہت بڑا مضمون اللہ تعالیٰ بیان فرمانا چاہتے ہیں۔ ایک بڑے عالم و محدث کے ساتھ میں لاہور سے ریل میں کراچی آرہا تھا۔ راستہ میں انہوں نے نماز فجر کی امامت کی اور یہی سورۃ تلاوت کی۔ نماز ہی میں یہ خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کو کیوں مؤخر فرمایا اور نافرمانی و فجور کے مادّہ کو پہلے کیوں بیان فرمایا۔ میں نے ان عالم سے پوچھا تو ہنس کے فرمایا کہ تم ہی بتاؤ۔

مادّۂ فجور تقویٰ کا موقوف علیہ ہے

میں نے عرض کیا کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی ہے کہ جس طرح سے بغیر وضو کے نماز نہیں ہوسکتی، بغیر موقوف علیہ پڑھے ہوئے بخاری شریف نہیں مل سکتی اسی طرح یہ مادّۂ نافرمانی تقویٰ کا موقوف علیہ ہے۔ اگر یہ مادّۂ نافرمانی کا نہ ہوتا تو اس کو روکنا کیسے ثابت ہوتا۔ ہر نہی اپنے منہی عنہ کے وجود اور اس کے ثبوت کے لیے ضروری ہے مثلاً میرے ہاتھ میں تسبیح ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بھئی میرے ہاتھ میں جو تسبیح ہے اس کو مت دیکھنا۔ تو تسبیح کا وجود ضروری ہُوا یا نہیں۔ اگر میرے ہاتھ میں تسبیح نہ ہو اور میں کہوں کہ

ہاتھ میں جو تسبیح ہے اس کو مت دیکھنا تو سب کہیں گے کہ غلط بات ہے۔ ہاتھ میں تسبیح ہے ہی نہیں۔

تقویٰ کے لیے تقاضائے معصیت کا وجود ضروری ہے

تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ گناہ کے تقاضے کو روکو اور ہماری بات سنو، میرے غلام بن کر رہو۔ نفس نے تم کو نہیں پیدا کیا۔ میں نے تم کو پیدا کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تقاضائے معصیت کا وجود ضروری ہے جب ہی تو روکنے کے لیے فرما رہے ہیں۔ اگر تقاضائے گناہ نہ ہوتے تو تقویٰ کا وجود بھی نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ تقویٰ کے معنی ہیں کہ گناہ کا تقاضا ہو اور پھر اس کو روک کر اس کا غم اٹھالے۔

راہِ حق کے غم کی عظمت

اسی غم سے اللہ ملتا ہے۔ مگر افسوس ہے اور اس بات کو درد بھرے دل سے کہتا ہوں کہ ساری دنیا کے غم اٹھانے کے لیے انسان تیار ہے مگر اللہ کے راستہ کے غم سے گھبراتا ہے جب کہ اللہ کے راستہ کا غم اتنا معزز غم ہے کہ ساری دنیا کے سلاطین کے تخت و تاج ایک پلڑے میں رکھ دو۔ ساری دُنیا کے لیلیٰ و مجنوں کا حسن و عشق ترازو کے اسی پلڑے میں رکھ دو، ساری دنیا کی دولت اسی پلڑے میں رکھ دو، دنیا بھر کے شامی کباب اور بریانیوں کی لذت اسی میں رکھ دو اور ایک پلڑے پر اللہ تعالیٰ کے راستہ کا ایک ذرۂ غم رکھ دو تو دنیا بھر کی خوشیاں، دُنیا بھر کی لذتیں، دُنیا بھر کے سلاطین کے تخت و تاج کے نشے اس ذرۂ غم کی برابری نہیں کر سکتے۔ آہ علامہ سید سلیمان ندوی رح

کیا عمدہ شعر فرماتے ہیں ؎

ترے غم کی جو مجھ کو دولت ملے

غمِ دو جہاں سے فراغت ملے

اللہ کی محبت کا ایک ذرۂ غم، ان کے راستہ کا ایک ذرۂ غم، گناہ سے بچنے کا غم اُٹھانا ساری کائنات سے، دونوں جہاں سے افضل ہے۔ اسی غم سے جنت ملے گی۔ یہ وہ غم ہے جو اللہ سے قریب کرتا ہے، یہ وہ غم ہے جو ولی اللہ بناتا ہے، یہ وہ غم ہے جو دنیا میں بھی سکون سے رکھتا ہے، یہ وہ غم ہے جو جنت تک پہنچائے گا۔ اب اس غم کی قیمت کون ادا کرسکتا ہے ساری دُنیا کی خوشیاں اگر اللہ کے راستہ کے غم کو گارڈ آف آنر پیش کریں، سلام احترامی پیش کریں تو اللہ تعالےٰ کے راستہ کے غم کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ درد بھرے دل سے کہتا ہوں کہ اتنا قیمتی غم ہے ان کے راستہ کا۔ اسی غم سے خدا ملتا ہے۔ میرا ایک شعر ہے ؎

دامنِ فقر میں مرے پنہاں ہے تاجِ قیصری

ذرۂ درد و غم ترا دونوں جہاں سے کم نہیں

اگر یہ غم بندہ اٹھائے تو اللہ ظالم نہیں ہے کہ ایک بندہ ہر وقت گناہوں کے تقاضوں سے پریشان ہو لیکن پھر بھی نافرمانی نہ کرے اور غم اٹھاتا رہے تو اللہ ارحم الراحمین ہے اس کے دریائے رحمت میں جوش آتا ہے کہ میرا بندہ میرے راستہ کا کتنا غم اٹھا رہا ہے۔ پہلے داڑھی نہیں رکھتا تھا اب داڑھی رکھ لی۔ سب مذاق اڑا رہے ہیں مگر کہتا ہے کہ کوئی پروا نہیں۔ میرا اللہ تو خوش ہے آج تم لوگ مذاق اڑا لو قیامت کے دن انشاء اللہ تعالےٰ میرا مذاق نہیں اُڑایا جائے گا۔

لمبا کرتہ، اللہ والوں کی وضع اور الحمدللہ دل بھی اس کا اللہ والا بن گیا۔ اس کی باتیں سنیئے تو آپ حیران رہ جائیں گے جیسے کوئی بہت بڑا عارف باللہ ہے لیکن غم اٹھایا کہ نہیں، اس کو غم تو اب تک ہے۔ کہتا ہے کہ اب بھی اگر کہیں گانے کی آواز آتی ہے تو دل میں غم ہوتا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ سُن لوں لیکن نہیں سُنتا۔

نافرمان اعضاء کی بے وقعتی

جس کو غم اٹھانے کی عادت نہ ہو، غم اٹھانے کا ارادہ ہی نہ ہو وہ ظالم اس راستہ میں بے کار ہے۔ اس کا قدم کیا ہے؟ اس قابل ہے کہ قطع کر دیا جائے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو پیر اللہ کے راستہ میں نہ چلیں، خدا کی مسجد کی طرف نہ جائیں ان پیروں کا کٹ جانا بہتر ہے، جو ہاتھ اللہ کی عبادت میں نہ لگیں، حجر اسود کا بوسہ نہ دیں، اللہ والوں سے مصافحہ نہ کریں ان ہاتھوں کا قطع ہو جانا بہتر ہے، جو کان اللہ کی بات نہ سنیں اس قابل ہیں کہ اکھاڑ دیئے جائیں، جو آنکھیں اللہ تعالیٰ کے جلوہ کے قابل نہ ہوں، اللہ کی نافرمانی کرتی ہوں وہ آنکھیں نکال کر پھینک دینے کے قابل ہیں۔ جو اللہ کا نافرمان ہو وہ زندہ رہنے کے قابل نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کسی کو مار ڈالیں یا آنکھ پھوڑ دیں یا کان کاٹ لیں۔ مطلب یہ ہے کہ عند اللہ ایسے شخص کی کوئی وقعت نہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا حلم و کرم ہے کہ وہ موقع دیتے ہیں کہ شاید اب یہ توبہ کرلے، اب کرلے، اب کرلے۔ لیکن ہمارے اصرار علی المعصیت کی انتہا نہیں۔ اگر حق تعالیٰ حلیم نہ ہوتے تو ہمارا وجود نہ ہوتا۔

تقویٰ کیا ہے

دوستو! یہ عرض کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کو پہلے بیان نہیں کیا۔ پہلے فرمایا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا کہ میں نے تمہارے اندر نافرمانی کے تقاضے رکھ دیئے۔ اب تمہارا کام ہے کہ اس تقاضے پر عمل نہ کرو تو خود بخود آیت کے اگلے جز پر تمہارا عمل ہو جائے گا۔ یعنی تقویٰ پیدا ہو جائے گا۔ یہ مادۂ فجور یعنی نافرمانی کا مادّہ تقویٰ کا موقوف علیہ ہے۔ تقویٰ حاصل کرنا چاہتے ہو تو صرف گناہ چھوڑ دو گناہ کے تقاضوں پر عمل نہ کرو۔

کام نہ کرو اور انعام لو!

اے دُنیا کے فیکٹری والو! تم تو مزدوری کرا کے انعام دیتے ہو لیکن ہم سے تم انعام لو کام نہ کر کے۔ چوری نہ کرو، ڈاکہ نہ مارو، جھوٹ مت بولو، عورتوں کو مت دیکھو، حسینوں کو مت دیکھو، کام نہ کر کے انعام تقویٰ اور میری دوستی کا انعام لے لو۔ کیونکہ تقویٰ کس چیز کا نام ہے؟ تقویٰ نام ہے اس کا کہ گناہ کا تقاضا پیدا ہو اور پھر اس پر خدا کے خوف سے عمل نہ کرے اور اس میں جو غم ہو اس کو برداشت کرے اور اس غم پر پچھتاوا بھی نہ ہو کہ آہ میں نے کیوں تقویٰ اختیار کیا۔ کاش ایک نظر دیکھ لیتا۔ یہ پچھتاوا اور حسرت جب تک ہے سمجھ لو کہ شیطان اس کی حجامت بنا رہا ہے، ابھی اس کا دل کچا ہے، ایمان خام ہے۔ ایمان کامل جب ہوگا کہ گناہ سے اپنے کو بچا کر، اس کا غم اٹھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے خوشی سے مست ہو جائے۔

متقی کسے کہتے ہیں؟

متقی وہ شخص ہے جو گناہ سے اپنے کو بچائے، اپنی نظر کو بچائے عورتوں سے حسینوں سے۔ اپنے کو جھوٹ سے بچائے، رشوت سے بچائے ماں باپ کے ساتھ بدسلوکی و بدتمیزی سے بچے، بیوی پر ظلم و زیادتی کرنے سے بچے پڑوسیوں کے حقوق میں ظلم کرنے سے بچے۔ ہر وقت جائز اور ناجائز پر عمل کرے اور پچھتائے بھی نہیں کہ کیا کہیں اسلام عجیب مذہب ہے کہ ہمیں ہر وقت جائز ناجائز کی مصیبت میں ڈال دیا۔ ارے ظالم مصیبت میں نہیں ڈالا اسلام نے مصیبت سے بچا لیا ورنہ اگر کھلے سانڈ کی طرح ہر کھیت میں منہ ڈالتا تو اتنی لاٹھیاں پاتا کہ جینا حرام ہو جاتا۔ ذرا دیہات میں جاکر دیکھ۔ جو سانڈ ہر کھیت میں منہ ڈالتا ہے اس پر اتنی لاٹھیاں برستی ہیں کہ پیٹھ میں ایک انچ جگہ نہیں رہتی کہ سلامت ہو اور جب بیمار ہوتا ہے تو اس کا کوئی علاج کرنے والا نہیں ہوتا۔ جب مر جاتا ہے تو کوئی دفن کرنے والا نہیں ہوتا۔ چیل کوے کھا جاتے ہیں۔

بیعت کی حقیقت

یہ بھی کوئی زندگی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے قید و بند سے آزاد ہوتا ہے اس کی زندگی بھی ایسی لعنتی اور بے کسی کی ہوتی ہے اور جو اللہ والا ہوتا ہے، اللہ والوں کے ہاتھ بکتا ہے وہ در اصل اللہ والوں کے ہاتھ نہیں بکتا، اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر اپنے نمائندے رکھے ہوئے ہیں جو بندوں کو اپنے ہاتھوں پر خرید کر اللہ تک پہنچا دیتے ہیں۔

بیعت کی ایک حسی مثال

جیسے وزیر اعظم کو گندم بھیجنا ہے تو کسانوں سے گندم خریدنے کے لیے وزیر اعظم خود نہیں آتا بلکہ ہر علاقہ کے ڈپٹی کمشنر کو اپنا نمائندہ بناتا ہے کہ کسانوں سے رابطہ قائم کرکے سرکاری پیسے سے ان کو ادائیگی کرو اور ان سے گندم خرید لو اور اسلام آباد بھیج دو۔ اسی طرح اللہ والے اللہ تعالیٰ کے نمائندے ہیں۔ بندوں کو خرید کر وہ اللہ تعالیٰ کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ یعنی ولی اللہ بننے کا راستہ بتا دیتے ہیں جس پر چل کر وہ اللہ والا ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے لیے نہیں خریدتے، اللہ تعالیٰ کی بندگی سکھانے کے لیے بیعت کرتے ہیں۔ بیعت کے معنی ہیں بکنا دراصل وہ بکتا ہے اللہ کے ہاتھ۔ اللہ والوں کا ہاتھ نمائندہ ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں وہ اصل میں میرے نبی کا ہاتھ نہیں ہے، میرا ہاتھ ہے یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ اللہ کا ہاتھ ہے وہ۔ اے صحابہ سمجھ لو کہ تم میرے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ پر جو بیعت کر رہے ہو وہ میرے نبی کا ہاتھ نہیں ہے یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ اے صحابہ تمہارے ہاتھوں پر بظاہر نبی کا ہاتھ ہے مگر اس ہاتھ میں دراصل میرا ہاتھ ہے۔ نبی کا ہاتھ میرا خلیفہ اور نمائندہ ہے۔ تو اسی طرح جو نائب رسول والے ہیں جب وہ بیعت کرتے ہیں تو ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے، بیعت ہونے والا اللہ کے ہاتھ فروخت ہوتا ہے اسی لیے اہل اللہ کے گروہ میں شامل ہو کر جلد اللہ والا ہو جاتا ہے۔

تو عرض کر رہا تھا کہ گناہ کے تقاضوں سے پریشان نہ ہوں، یہ تقاضے آپ کی ولایت کے لیے سیڑھی ہیں۔ جس کو یہ تقاضے نہیں ہوں گے تو وہ ہیجڑا ہو جائے گا۔ پھر ولایت

خاصہ ہی نہیں سکتی۔ اگر انسان بالکل صفر ہو جائے، کوئی تقاضا ہی اس میں پیدا نہ ہو تو ولی اللہ بھی نہیں ہو سکتا۔

فرشتوں پر اولیاء اللہ کی فضیلت کا سبب

اولیاء اللہ فرشتوں سے اسی لیے بازی لے گئے، اسی لیے ان کا درجہ فرشتوں سے زیادہ ہے کہ ان کے دل میں گناہ کے تقاضے پیدا ہوتے ہیں لیکن یہ ان پر عمل نہ کرکے دل پر غم اٹھا لیتے ہیں۔ فرشتے دیکھتے ہیں کہ ہم کو تو کوئی تقاضا نہیں ہوتا لیکن یہ بے چارے ہر وقت تقاضوں کا غم اٹھا رہے ہیں اور پھر بھی اپنے نفس کے کہنے پر عمل نہیں کر رہے ہیں اور اپنے اللہ کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں۔ یہی تو ہے فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا گناہ کے تقاضوں پر عمل نہ کرنے ہی سے تقویٰ عطا ہوتا ہے۔

الہام فجور و تقویٰ کی دیاسلائی سے عجیب مثال

خیر و شر، تقویٰ و فجور کے دونوں مادے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے اندر رکھ دیئے اس کی مثال اللہ تعالیٰ نے دل میں یہ عطا فرمائی کہ یہ مادے گویا ایک دیاسلائی ہیں۔ دیاسلائی خود بخود نہیں جلتی۔ جب اس سے تیلی رگڑتے ہیں تب آگ لگتی ہے۔

پس مادۂ فجور و تقویٰ کی یہ دیاسلائی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے اندر رکھ دی ہے اس کے ایک طرف خیر کا مادہ لگا ہوا ہے اور ایک طرف شر کا مادہ لگا ہوا ہے۔ دونوں صلاحیتیں اللہ نے ہمارے اندر رکھ دیں۔ فجور اور نافرمانی کا مادہ بھی رکھ دیا اور متقی بننے کی صلاحیت بھی رکھ دی مگر نہ شر میں آگ لگے گی، نہ خیر کا چراغ روشن ہوگا جب تک کہ ہم

دیا سلائی سے تیلی رگڑیں گے نہیں اور دونوں کی تیلیاں موجود ہیں اور وہ تیلیاں کیا ہیں؟ آپ اہلِ تقویٰ کی صحبت میں رہنے لگے تو گویا آپ نے تقویٰ کی تیلی رگڑ دی۔ اب تقویٰ کا چراغ روشن ہو جائے گا۔ گناہ کا تقاضا پیدا ہوا آپ نے ہمت کر کے تقاضے کو کچل دیا، اس پر عمل نہیں کیا تو آپ نے خیر کی تیلی کو رگڑ دیا اب تقویٰ کا نور پیدا ہو گا لیکن اگر بدنظری کر لی، نامحرموں کے پاس اٹھنے بیٹھنے لگے، حسینوں سے دل بہلانے لگے تو سمجھ لیجئے کہ ہمارے اندر شر کا جو مادہ ہے فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا اس تیلی کو آپ نے رگڑ دیا لہٰذا اب شر کی آگ پیدا ہو گی۔ اب عشقِ مجازی کی آگ میں جل رہے ہیں، تڑپ رہے ہیں، پریشان ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ظلم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ظلم سے پاک ہیں، یہ تو خود ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا کہ کیوں تیلی رگڑی۔ گناہوں کے تقاضوں سے کچھ نہیں ہوتا لیکن جو پکڑا جاتا ہے اسی پر پکڑا جاتا ہے کہ تم نے تیلی کو رگڑا کیوں یعنی کیوں گناہ کے تقاضوں پر عمل کیا جب کہ ہم نے نفس کی خواہشات کو روکنے کا حکم دیا کہ الہامِ فجور تو ہم کر رہے ہیں لیکن خبردار نافرمانی و فجور کے تقاضوں پر عمل نہ کرنا۔ ماچس سے کچھ نہیں ہوتا، تم اس پر تیلی مت رگڑو۔ گناہ کے تقاضوں سے کچھ نہیں ہوتا، یہ تقاضے کچھ مضر نہیں بس تم ان پر عمل نہ کرو اور تقاضوں کے اشتداد کے اسباب اختیار نہ کرو ورنہ اس مادہ میں رگڑ لگ جائے گی۔ پھر داڑھی اور گول ٹوپی کے باوجود یہ شخص حُسن کے پیچھے بھاگتا چلا جائے گا۔ یہ وہ خطرناک مرض ہے کیوں کہ نظر بازی کر کے اس نے اپنے اوپر سے اللہ کی رحمت کا سایہ ہٹا دیا اور اللہ کی لعنت کے تحت آگیا۔

استزلالِ شیطان کا سبب کسبِ معصیت ہے

اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا

کَسَبُوْا شیطان میرے کسی بندہ کو پھسلا نہیں سکتا جب تک کہ وہ کوئی گناہ نہیں کرتا اور میری رحمت سے اپنے کو دُور نہیں کر لیتا۔ شیطان اسی کو پھسلاتا ہے کہ جو پہلے کوئی گناہ کر کے میری رحمت کے سایہ سے دُور ہو جاتا ہے ورنہ میری رحمت کا سایہ ہو اور اس کو نفس و شیطان برباد کر دے! ناممکن ہے۔ نفس کو میں نے پیدا کیا ہے۔ وہ کثیر الامر بالسوء ہے۔ گناہ کے شدید تقاضے کرتا ہے لیکن یاد رکھو اے دُنیا والو اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اگر میری رحمت کا سایہ رہے گا تو تمہارا نفس تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ لیکن جب تم گناہ کرتے ہو تو تمہارے رب کی رحمت کا سایہ تم پر سے ہٹ جاتا ہے۔ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا کَسَبُوْا گناہوں سے یہ بات ہوتی ہے کہ جب ایک گناہ کر لیا تو دوسرا گناہ ہوگا پھر تیسرا ہوگا پھر چوتھا ہوگا۔ اگر کوئی ایک بار آنکھ خراب کرتا ہے مثلاً گلشن اقبال کے کسی بس اسٹاپ پر تو پھر کیماڑی تک بد نظری کرتا ہوا چلا جائے گا اور اگر پہلی نظر روک لو تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے تمام نگاہیں محفوظ رہیں گی اور بعض لوگ گناہ سے توبہ کرنے میں اس لیے دیر کرتے ہیں کہ جیسے گلشن سے چلے تو کیماڑی تک سوچتے ہیں اگر توبہ کر لی تو اگلے اسٹاپ پر جو مزہ ہے وہ کیسے لوں گا۔ لہٰذا توبہ ہی نہیں کرتا۔ گُو کھانے کے لیے گُو سے توبہ نہیں کرتا کہ آیندہ ہر اگلے اسٹاپ کا بھی مزہ لوں گا۔

جلد توبہ کرنے کا ایک عجیب فائدہ

لیکن علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ دیکھو اگر کبھی گناہ ہو جائے تو جلدی سے توبہ کر لو کیونکہ گناہ سے ایک اندھیرا پیدا ہوتا ہے اور اندھیرے سے دل ابلیس کا ہیڈ کوارٹر بن جاتا ہے لہٰذا تم نے اگر ابلیس کو دیر تک مسلط رکھا تو بہت سے

گناہ ہوجائیں گے۔ لہٰذا جلدی توبہ سے اور اشکِ ندامت سے پھر دل کو روشن کرلو۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں اذا استنارۃ القلوب بنور الندامۃ والتوبۃ جب ندامت اور توبہ کے نور سے دل روشن ہوجائے گا تو گناہ کے اندھیرے میں شیطان نے جو ہیڈ کوارٹر بنایا تھا اسے چھوڑ کر بھاگ جائے گا۔ جیسے چمگادڑ اندھیرے میں رہتا ہے ابلیس کا مزاج بھی یہی ہے کہ گناہوں کے اندھیرے میں رہتا ہے اگر توبہ میں دیر کی تو شیطان دیر تک رہے گا۔ کیا دشمن کو دیر تک اپنے گھر میں آپ رکھنا چاہتے ہیں ؟ لہٰذا اگر خطا ہوگئی تو جلدی سے توبہ کرنی چاہیے تاکہ ندامت اور استغفار و توبہ کے نور سے دل منور ہوجائے اور ابلیس جلد بھاگ جائے ۔

خطا کاروں پر حق تعالیٰ صفتِ کرم و صفتِ فضل کا ظہور

آہ ! اس جگہ اس آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان ابراہیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ نقل کیا ہے۔ یہ وہ سلطان ہے کہ جس نے سلطنت خدا پر فدا کی اور دس سال غار نیشاپور میں عبادت کی۔ اسی کی برکت سے آج اس کے واقعہ سے اللہ کے کلام کی تفسیر پیش کی جارہی ہے ۔

اب مرا نام بھی آئے گا ترے نام کے ساتھ

دُنیا میں بہت سے بادشاہ مرکر سلطنت چھوڑ گئے لیکن ان کو کوئی رحمۃ اللہ علیہ نہیں کہتا لیکن اس سلطان نے جیتے جی اللہ کے نام پر سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کی اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ عزت دی کہ آج اولیاء اللہ کی زبان پر ان کا تذکرہ ہے اور تفسیر روح المعانی کے چوتھے پارے میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلطان خوش بخت تارکِ تخت کا تذکرہ کیا ہے

فرماتے ہیں کہ غار نیشا پور میں دس سال عبادت کرنے کے بعد سلطان ابراہیم ابن ادھم رح حج کرنے آئے تو طواف کرتے ہوئے انہوں نے ایک درخواست کی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ الْعِصْمَۃَ اے اللہ میں آپ سے معصومیت چاہتا ہوں یعنی میں بالکل معصوم ہو جاؤں کہ مجھ سے گناہ کبھی نہ ہو۔ دل میں آواز آئی کہ اے سلطان ابراہیم ابن ادھم میں جانتا ہوں کہ تو نے میری محبت میں سلطنت فدا کی ہے اور میں تیری محبت کی قدر کرتا ہوں لیکن جو سوال تو کر رہا ہے ساری دُنیا کے انسان میرے دروازہ پر یہی سوال کر رہے ہیں۔ کُلُّ عِبَادِہٖ یَسْئَلُوْنَہُ الْعِصْمَۃَ ہر انسان جو حج کرنے آتا ہے مجھ سے یہی کہتا ہے کہ اے اللہ مجھے معصوم کر دے کہ آئندہ مجھ سے کبھی گناہ صادر ہی نہ ہو لیکن اے ابراہیم اگر ہم سب کی دُعا قبول کر لیں اور سب کو معصوم کر دیں تو ساری دُنیا تو ہوگئی معصوم فَعَلٰی مَنْ یَّتَکَرَّمُ وَ عَلٰی مَنْ یَّتَفَضَّلُ تو پھر میں کس پر مہربانی کروں گا اور کس پر کرم کروں گا۔ میری صفت کرم اور صفت فضل اور صفت مغفرت کس پر ظاہر ہوگی۔ یہ درخواست کرو کہ اے اللہ مجھ کو گناہوں سے محفوظ فرما اور توفیق دے دے توبہ کی اور استقامت کے ساتھ رہنے کی اور اگر پھر بھی خطا ہو جائے تو پھر توبہ کر لو۔

تقرب الی اللہ کے دو راستے

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد علامہ اسفرائینی رحمۃ اللہ علیہ نے تیس سال تک دُعا مانگی کہ اے اللہ مجھے معصوم کر دیجئے، عصمت دے دیجئے کہ مجھ سے بس کبھی خطا نہ ہو۔ یہ بھی ان کا ایک مقام تھا۔ یہ دُعا وہی مانگے گا جو اللہ کی نافرمانی نہیں چاہتا۔ ایک دن ان کے دل میں خیال آ گیا کہ باوجود کریم ہونے کے اللہ تعالیٰ نے

تیس سال تک میری دُعا قبول نہیں کی۔

ایک راستہ تقویٰ ہے اور دوسرا راستہ توبہ ہے

آسمان سے آواز آئی کہ اے اسفرائینی تو مجھ سے عصمت مانگتا ہے جب کہ میں نے اپنا ولی اور محبوب بنانے کے دو راستے رکھے ہیں ایک تقویٰ کا راستہ، ایک توبہ کا راستہ کیا تو نے قرآن پاک میں نہیں پڑھا : اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے جب دو کھڑکیاں ہیں تو تو ایک کھڑکی کیوں مقرر کر رہا ہے۔ اگر بر بنائے بشریت خطا ہو جائے تو توبہ کے راستے سے میرے قریب آجا۔ جان بوجھ کر خطا نہ کر لیکن جب کیچڑ زیادہ ہو جاتی ہے تو کبھی ہاتھی بھی پھسل جاتا ہے۔ لہٰذا اگر خطا ہو جائے تو توبہ کر کے میرا محبوب بن جا۔ تو تقویٰ کے دروازے ہی سے کیوں آنا چاہتا ہے جب کہ میں نے دوسرا دروازہ توبہ کا بھی کھولا ہوا ہے۔ جب میں نے دو دروازے کھولے ہیں تو اپنے لیے ایک دروازہ کیوں مقرر کرتا ہے۔ توبہ کے راستہ سے میرا محبوب بن جا۔ گناہ سے محفوظ ہونے کی دُعا کرو معصوم بننے کی دُعا مت کرو۔

جاہ اور باہ دو مہلک بیماریاں

لہٰذا اگر خطا ہو جائے تو توبہ میں دیر نہ کرو اور گناہوں سے بچنے میں جان کی بازی لگا دو۔ دو جملوں میں پورا سلوک عرض کر رہا ہوں۔ دو ہی بیماریاں ہیں جو سالک کو اللہ سے دور رکھتی ہیں۔ ایک جاہ دوسری باہ۔ کہتے ہیں قوت مردانگی، شہوت، خواہش جس سے مغلوب ہو کر انسان بدنظری زنا اور شہوت کے گناہوں میں مبتلا ہو کر اللہ سے دُور

ہو جاتا ہے۔ جاہ کہتے ہیں کبر و عجب بڑائی، مخلوق میں شہرت و عزت چاہنا۔ ان دو بیماریوں کو اگر انسان نکال دے تو اللہ والا ہو جائے۔

آہ اور اللہ کا قرب

بس جاہ کا جیم نکال دو اور باہ کا بانکال دو۔ پھر کیا رہ جائے گا؟ آہ اور آہ کو اللہ سے اتنا قرب ہے کہ جب اللہ کہو گے تو اپنی آہ کو اللہ میں پاؤ گے۔ ہماری آہ کو اللہ تعالٰے نے اپنے نام پاک میں شامل کر رکھا ہے تاکہ جاہ اور باہ نکالنے کے مجاہدہ میں ان کو غم ہو تو اپنی آہ کو میرے نام میں پالیں۔ بتائیے دو جملوں میں پورا تصوف آگیا یا نہیں کہ جاہ کا جیم اور باہ کا بانکال دو۔ اب جاہ اور باہ دونوں مسلمان ہو گئے۔ دل سے اپنی بڑائی نکال دی اور شہوت کے تقاضوں پر غالب ہو گئے تو سمجھو کہ جاہ کا جیم نکال دیا اور باہ کا بانکال دیا۔ یہی دو چیزیں ہیں جو انسان کو مردود اور شیطانوں کی چال پر چلا کر اللہ سے دور کرتی ہیں۔ کوئی کبر سے ہر وقت اپنے کو بڑا سمجھتا ہے، کوئی ٹیڈیوں کے چکر میں ہے اس کو قوت مردانگی اور باہ نے مغلوب کیا ہوا ہے۔ حاجی امداد اللہ صاحب شیخ العرب والعجم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نفس کی تمام بیماریوں میں اصل دو ہی تو ہیں، باقی سب اس کی شاخیں اور برانچ ہیں ایک جاہی ایک باہی جاہ کے معنی ہیں اپنے کو بڑا سمجھنا۔ بس اس کو مٹا دو۔ ابھی کیسے فیصلہ کرتے ہو کہ ہم بڑے ہیں یہ فیصلہ تو قیامت میں اللہ کرے گا۔ ہماری قیمت اللہ لگائے گا جو غلام اپنی قیمت خود لگاتا ہے احمق پاگل اور بے وقوف ہے۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ سے سیکھئے۔ کیا فرماتے ہیں ؎

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

جب میدان قیامت میں اللہ قیمت لگا دے تو ان کے کرم کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جنت میں چلے جاو۔ مگر دنیا میں اپنی قیمت لگانے والا جو کسی بھی انسان سے اپنے کو بہتر سمجھتا ہے متکبر ہے۔

کبر کا ایٹم بم اور اس کے اجزائے ترکیبی

سرورِ عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کے دل میں ایک سرسوں کے دانہ کے برابر بڑائی ہو گی وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ جنت میں جانا تو درکنار اس کو جنت کی خوشبو بھی نہیں ملے گی لَا یَجِدُ رِیْحَھَا جنت کی ہوا بھی نہ پائے گا تو آپ بتائیے کبر کا یہ میزائل جس کی خبر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی اتنا بڑا ایٹم بم ہے کہ جس سے انسان جنت سے محروم ہو جاتے اس کی ہوا بھی نہ پائے اس کا نام تکبر ہے۔ لہٰذا اس کی فکر ہونی چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ ایٹم بم ہمارے دل میں ہو اور ہمیں پتہ بھی نہ چلے۔ لہٰذا بم ڈسپوزل اسکواڈ یعنی اہل اللہ سے مشورہ کر لیں کہ دل کے کسی کونے میں کہیں یہ ایٹم بم تو نہیں ہے

بَطَرُ الْحَقِّ اور غَمْطُ النَّاسِ کبر کے دو جزوِ اعظم

تکبر کیا ہے؟ اس کے اجزائے ترکیبیہ سے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مطلع فرمادیا بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ حق بات قبول نہ کرنا کبر ہے جیسے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نہیں مانتے، کچھ بھی کہتے رہو، ہم عمل نہیں کریں گے۔ ہم مولویوں کی بات نہیں سنتے۔ حق بات جانتا ہے، دل کہہ رہا ہے کہ یہ شخص حق بات کہہ رہا ہے مگر اس کو قبول نہ کرے یہ متکبر ہے اور دوسری علامت ہے غَمْطُ النَّاسِ ۔ الناس کا لفظ سُن لیجئے

سو من نہیں فرمایا الناس فرمایا۔ لہٰذا اگر کسی کافر کو بھی حقیر سمجھتا ہے تو کبر آگیا اور وہ سزا کے لائق ہو گیا۔ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔ اب آپ کہیں گے کہ بھلا کافر کو بھی ہم حقیر نہ سمجھیں! تو خوب سمجھ لیجئے کہ کافر کے کفر سے بغض رکھنا فرض ہے مگر کافر کو حقیر نہ سمجھنا حرام ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مرتے دم اس کو کلمہ نصیب ہو جائے اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہو۔

کفر سے نفرت واجب، کافر کو حقیر سمجھنا حرام

مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ہندو بنئے کو خواب میں دیکھا کہ جنت میں ٹہل رہا ہے۔ پوچھا کہ لالہ جی! تو کہاں سے جنت میں آگیا اس نے کہا کہ مولوی صاحب مرتے دم ان کہی کہہ لی تھی یعنی کلمہ پڑھ لیا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ہندو کلمہ کو ان کہی کہتا ہے یعنی نہ کہنے والی بات لیکن اللہ تعالےٰ کی توفیق ہو گئی۔ عمر بھر رام رام کیا تھا مگر مرتے وقت کام بن گیا۔ کافر کو بھی حقیر سمجھنا اسی لیے حرام ہے۔ نہ معلوم خاتمہ کیسا لکھا ہوا ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہیچ کافر را بہ خواری منگرید
کہ مسلماں بودنش باشد امید

کسی کافر کو بھی ذلیل مت سمجھو، حقارت سے مت دیکھو کیونکہ مرنے سے پہلے اس کے مسلمان ہو جانے کی امید ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر لکھا ہو اور اپنے بارے میں سوچو کہ نہ معلوم علم الٰہی میں خاتمہ کیسا لکھا ہوا ہے۔ کیا گارنٹی کیا ضمانت ہے۔

مجددِ اعظم حکیم الاُمت تھانوی کی شانِ عبدیت وفنائیت

اس لیے حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اشرف علی اپنے کو ساری دنیا کے مسلمانوں سے فی الحال بدترین سمجھتا ہے یعنی موجودہ حالت میں ہر مسلمان کو اپنے سے بہتر سمجھتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ اس کا کوئی عمل اللہ کے یہاں مقبول ہو اور میرا کوئی عمل قبول نہ ہو اور اللہ ناراض ہو ہمیں کیا پتہ ہے اور فرماتے تھے کہ ساری دُنیا کے کافروں سے اور ساری دُنیا کے جانوروں سے سور اور کُتوں سے اشرف علی اپنے کو بدتر اور کمتر سمجھتا ہے فی المآل یعنی انجام کے اعتبار سے اپنے کو کمتر سمجھتا ہوں کہ نہیں معلوم میرا خاتمہ کیسا ہو گا اور جب خاتمہ کا علم نہیں تو بھی اپنے کو کیسے بہتر سمجھوں۔ سُبحان اللہ! حضرت کے کیا علوم ہیں اور الفاظ میں بھی کیا نور ہے۔ مسلمانوں سے اپنے کو کمتر سمجھتا ہوں فی الحال اور کافروں اور جانوروں سے بدتر سمجھتا ہوں فی المآل۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ جب خیال آتا ہے تو دل لرز جاتا ہے کہ نہ جانے قیامت کے دن اشرف علی کا کیا حال ہو گا اور فرماتے تھے کہ جہاں اہل جنت جوتیاں اُتاریں گے اگر اشرف علی کو ان کی جوتیوں میں جگہ مل جائے گی تو میں اس کو غنیمت سمجھوں گا اور اس کا بھی مجھے استحقاق نہیں بلکہ یہ اس لیے ہے کہ دوزخ کا تحمل نہیں اور ایک ہم ہیں کہ جنت کی ٹھیکیداری لیے ہوتے ہیں۔ چند رکعات نفل پڑھ کر سمجھتے ہیں کہ بس جنت کے مالک ہو گئے یہ حماقت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے۔

کبر کا بم ڈسپوزل اسکواڈ

اس لیے دوستو! کبر کا مرض جب اتنا خطرناک ہے کہ جنت کی خوشبو بھی نہ ملے گی

حج عمرہ تہجد اشراق سب کچھ ہوتے ہوئے بھی جنت کی خوشبو نہیں پائے گا اور یہ ارشاد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ جب یہ اتنا خطرناک بم ہے کہ آدمی جنت سے محروم ہو جائے تو پھر آپ کیوں بم ڈسپوزل اسکواڈ سے نہیں ملتے۔ وہ کون ہیں ؟ وہ اللہ والے مشائخ و بزرگانِ دین ہیں۔ ان سے پوچھئے کہ میرے اندر کبر تو نہیں ہے۔ ان کے پاس رہیں گے تو وہ خود بتا دیں گے انشاء اللہ۔ حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جب خانقاہ میں کوئی قدم رکھتا ہے اور ایک نظر اس کو دیکھتا ہوں تو اس کی ساری بیماریاں دل میں آجاتی ہیں جیسے ایکسرے ہو جاتا ہے کہ اس میں کبر ہے، اس کی آنکھوں میں شہوت کا اثر ہے، یہ حسینوں کی تاک جھانک کرتا ہے۔ پہلی ہی نظر میں سب پتہ چل جاتا ہے۔ جن سے اللہ تعالیٰ تزکیہ و اصلاح کا کام لیتے ہیں ان کو یہ ملکہ بھی عطا فرماتے ہیں۔

کبر سے نجات کا طریقہ

لہٰذا دو چیزوں سے بچئے۔ نمبر ایک اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھئے اور ساری دُنیا کے انسانوں سے اپنے کو کمتر سمجھئے تو گویا آپ غَمَطَ النَّاس سے بچ گئے اور احتیاطاً کبھی کبھی صبح و شام زبان سے کہہ بھی لیجئے کہ اے اللہ میں تیرے سارے مسلمان بندوں سے فی الحال کمتر ہوں اور تیرے تمام کافروں اور جانوروں سے بدتر ہوں فی المآل یعنی انجام کے اعتبار سے۔ اگر زبان سے آپ کہتے رہیں گے تو انشاء اللہ دوسروں کی حقارت دل میں نہیں آئے گی اور دوسرے یہ کہ حق بات قبول کر لیجئے۔ جب معلوم ہو جائے کہ فلاں بات حق ہے اس کو فوراً قبول کر لیں بس تکبر سے پاک ہو گئے کیونکہ کبر کے اجزائے ترکیبی اور مٹیریل میں یہی دو باتیں تھیں اور دونوں سے آپ نجات پا گئے۔ جو حق بات کو قبول کر لے اور اپنے کو بڑا نہ سمجھے

وہ کبر سے پاک ہے۔

نافرمانوں کو حقیر نہ سمجھنے کا طریقہ

کسی انسان کی چاہے کتنی ہی خراب حالت ہو، کوئی کتنا ہی زانی شرابی ہو حقیر نہ سمجھئے۔ آپ کہیں گے کہ کافروں سے اور نافرمانوں سے تو نفرت ہوتی ہے۔ نفرت اور بغض کافر و نافرمان کے عمل سے کرو۔ کافروں کے کفر سے، فاسقوں کے فسق سے نفرت و بغض رکھنا واجب ہے یعنی عمل سے نفرت کرو عامل سے نہ کرو۔ فعل سے نفرت کرو اس کے فاعل سے نفرت نہ کرو۔ اب آپ کہیں گے کہ یہ تو بہت مشکل ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بہت آسان ہے جیسے کوئی شہزادہ جس کا چہرہ چاند کی طرح سے ہو لیکن روشنائی لگا کر آئے تو آپ شہزادہ کو حقیر سمجھیں گے یا اس کے روشنائی لگانے کے فعل کو؟ شہزادہ کو حقیر نہیں سمجھیں گے کیونکہ جانتے ہیں کہ شہزادہ ہے، نہ معلوم کب چہرہ کو دھولے اور چاند کی طرح چمک جائے۔ بس اس سے سمجھ لیجئے کہ فعل سے نفرت کیجئے لیکن فاعل کو حقیر نہ سمجھئے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ابھی توبہ کر کے ایمان لا کر ولی اللہ ہو جائے۔ البتہ جس کو نافرمانی میں مبتلا دیکھے تو دُعا کرلے کہ یا اللہ ان کے فعل سے ہم کو محفوظ فرما اور یہ دعا بھی پڑھ لے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا شکر ہے کہ اے خدا آپ نے مجھے اس گناہ میں مبتلا نہیں فرمایا اگر کبھی کسی کو دیکھو اور اوّل تو دیکھو ہی نہیں لیکن کبھی نظر پڑ جائے کہ کوئی کسی ٹیڈی کو دیکھ رہا ہے تو فوراً اپنی نظر بچا کر کہو کہ اے اللہ آپ کا احسان ہے کہ آپ نے مجھے اس مصیبت سے بچایا ہوا ہے، اس روحانی بیماری سے محفوظ رکھا ہے۔

حصولِ تقویٰ کا آسان طریقہ

اب میں آپ سے اپنے شیخ و مرشد شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بات عرض کرتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا کمالِ رحمت ہے کہ جہاں تقویٰ فرض کیا تقویٰ کو آسان کرنے کا نسخہ بھی بیان کر دیا۔ وہ کیا ہے۔ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ اہلِ تقویٰ کے ساتھ رہو۔ دیکھتا ہوں کب تک گناہ کرو گے۔ ان کے ساتھ رہتے رہتے ایک دن مزاج بدل جائے گا۔ پہلے جو بھنگی پاڑہ میں رہتا تھا لیکن اب باغ میں رہتا ہے پھولوں میں رہتا ہے، چنبیلی اور گلاب کے درمیان رہتا ہے اس کا مزاج بھنگی پن کا ختم ہو جاتا ہے۔ پھر وہ بھنگی پاڑے میں جا کر گو کا کنستر نہیں سونگھے گا۔ ہمت سے کچھ دن تک بھنگی پاڑہ جانا چھوڑ دو۔

عشقِ مجازی کے شدید بیماروں کے لیے نسخۂ اصلاح

اگر خانقاہ سے نکلنے میں خطرہ ہے کہ نفس پھر بھنگی پاڑہ لے جائے گا اور گناہ کرا دے گا تو سال دو سال کے لیے باہر نکلنا چھوڑ دو۔ کوئی رشتہ دار ہو، کوئی ہو سب کو اللہ پر فدا کر دو اور کہہ دو کہ وہی یہاں آکر مل لیں وہ کچھ بھی کہتے رہیں کہ اللہ کا راستہ بہت مشکل ہے کسی کی پروا نہ کرو۔ پھر یہی رشتہ دار آپ کے قدم چوم لیں گے جب تقویٰ کا تاج آپ کے سر پر ہو گا، آپ کی آنکھوں سے نورِ تقویٰ ٹپکے گا زبان سے تقویٰ کی خوشبو ظاہر ہو جائے گی۔ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا اللہ تعالیٰ وعدہ کرتے ہیں کہ جو گناہ چھوڑ دے، میرا بن جاتے ہیں اس کو خود محبوب کر دوں گا۔ اس کو کوئی تعویذ،

بھی تسخیر کے عمل کی ضرورت نہیں ہے۔ جب وہ میرا بن گیا تو اب میرا کام ہے کہ میں مخلوق میں اس کو محبوب کر دوں۔ تم یہ کیوں سمجھتے ہو کہ لوگ کہیں گے کہ اللہ کا راستہ سخت ہے۔ کہہ دو کہ میں مریض ہوں، میرے شیخ نے تجویز کیا ہے کہ دو سال تک خانقاہ سے نہ نکلو۔

علامہ خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

دیکھئے علامہ خالد کردی، ملک شام کے اتنے بڑے عالم شاہ غلام علی صاحب کی خانقاہ میں چلہ کھینچنے دلی آئے۔ شاہ غلام علی صاحب حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے خلیفہ تھے۔ ان سے ملاقات کے لیے شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تشریف لاتے۔ علامہ خالد کردی نے ان کو پرچہ لکھ بھیجا کہ اس وقت میں اپنے شیخ کی خدمت میں چلہ کر رہا ہوں اس وقت میں شیخ کے علاوہ کسی اور طرف توجہ نہیں کر سکتا۔ میں چلہ کی تکمیل کر لوں پھر خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ یہ ہے اصلاح کا منصب کہ شیخ جو کہہ دے اس پر عمل کرو۔ کچھ بھی ہوتا رہے۔ جب تک ساری مخلوق کو، اپنے رشتہ داروں کو، اپنی تجارت گاہوں کو، اپنی آرزوؤں کو اللہ کی مرضی پر فدا نہ کرو گے اللہ نہ ملے گا۔ خود کو مرضیات الٰہیہ کے تابع کر دو پھر دیکھو کیا ملتا ہے۔ جو شخص عشق مجازی کے بہت ہی شدید مریض ہیں، مرض کی انتہا تک پہنچے ہوتے ہیں ان کے لیے کہتا ہوں کہ دو سال تک خانقاہ میں رہیں، باہر نہ نکلیں، پان کھانے بھی باہر نہ نکلیں یہیں منگوا لیں۔ پھر دیکھئے کہ اللہ والے ہوتے کہ نہیں، اب اگر کوئی پھولوں میں رہتا ہے لیکن درمیان میں بھنگی باڑہ بھی جاتا رہے تو گلشن کہاں تک اس کا مزاج بدلے گا۔ مہینے دو مہینے چار مہینے میں کسی بہانہ سے خانقاہ سے نکل گئے کہ میرا فلاں رشتہ دار بیمار ہے، پردیس سے میرا بھائی آیا ہوا ہے اور گناہوں کے اڈوں پر

پہنچ گئے بھنگی پاڑہ کے کنسٹر مل گئے اور پھر سونگھ لیا۔ مزاج پھر خراب ہوگیا اور ساری محنت ضائع ہوگئی۔ اللہ تعالےٰ میرے شیخ کے درجات بلند فرماتے۔ کیا کہوں عجیب و غریب شیخ تھے۔ فرماتے تھے کہ تقوٰی والوں کے ساتھ رہو اور ان کے دامن کو مضبوط پکڑو ؎

دامن آں نفس کش را سخت گیر

اور فرماتے تھے کہ جہاں اللہ پاک کی کوئی آیت آئی ہے اور کسی قسم کا حکم دیا گیا ہے تو اس کی آسانی کا طریقہ بھی اللہ پاک نے وہیں نازل فرمادیا۔ جیسے یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ تقوٰی یوں تو تمہارے لیے مشکل ہوگا لیکن آسانی سے کیسے حاصل ہوگا؟ کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ متقیوں کے ساتھ رہو۔

صفت صمدیت حق تعالےٰ کی احدیت کی دلیل ہے

اور فرمایا کہ دیکھو قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ میں احد نازل ہوا واحد نازل نہیں کیا حالانکہ واحد بھی اللہ کا نام ہے اور واحد کے معنی بھی ایک ہیں۔ احد اور واحد میں کیا فرق ہے؟ احد کا اطلاق صرف ایک پر ہوتا ہے اور واحد کا اطلاق متعدد پر بھی ہوجاتا ہے جیسے واحد مِائۃ ایک سو، واحد الف ایک ہزار۔ واحد ایک ہے لیکن ہزار پر بھی اطلاق ہو رہا ہے عرب جب کہے گا کہ ایک ہزار لاؤ تو واحد الف کہے گا، ایک سو کو واحد مائۃ کہے گا۔ لیکن احد الف احد مائۃ عربوں میں استعمال نہیں ہوتا۔ احد کا اطلاق صرف ایک ہی ذات پر ہوتا ہے لہٰذا اللہ تعالےٰ نے خاص یہ آیت نازل کی کہ احدیت میرے لیے خاص ہے۔ واحد کا استعمال تم ایک ہزار روپیہ پر بھی کرسکتے ہو جیسے واحد الف کہتے ہو لیکن احد کا لفظ سوائے اللہ کے کہیں استعمال نہیں ہوسکتا۔ اب دلیل کیا ہے۔ سُنئے حضرت

شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا دلیل ہے اَللّٰہُ الصَّمَدُ کیونکہ اشتراک دلیل احتیاج ہے۔ مشترک حکومت قائم کرنا، لمیٹڈ فرم قائم کرنا یہ محتاجی ہوتی ہے۔ جب اکیلا آدمی نہیں چلا سکتا تب لمیٹڈ فرم قائم کرتا ہے۔ اشتراک ہمیشہ احتیاج کی دلیل ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَیں اس لیے اشتراک نہیں کرتا ہوں، اپنا کوئی شریک نہیں رکھتا ہوں کیونکہ میں صمد ہوں۔ صمد کے کیا معنی ہیں؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صمد کی تفسیر فرماتے ہیں اَلْمُسْتَغْنِیْ عَنْ کُلِّ اَحَدٍ جو ساری کائنات سے مستغنی ہو وَالْمُحْتَاجُ اِلَیْہِ کُلُّ اَحَدٍ اور سارا عالم اس کا محتاج ہو۔ کیونکہ میں سارے عالم سے بے نیاز ہوں اور سارا عالم میرا محتاج ہے پس یہ عدمِ احتیاج میرے احد ہونے کی دلیل ہے میری احدیت کی دلیل میری صمدیت ہے۔ اس لیے میرے سوا کوئی خدا نہیں ہو سکتا۔ کیا کہیں کیسا شیخ تھا۔ یہ الہامی علوم ہوتے تھے میرے شیخ کے۔ کیا عجیب علم ہے کہ احدیت کی دلیل یہی صمدیت ہے۔ اللہ اس لیے واحد ہے کہ اس کو اشتراک کی احتیاج نہیں ہے۔ اس کا صمد ہونا یعنی اشتراک کا محتاج نہ ہونا دلیل ہے اس کے احد ہونے کی۔ یہی دلیل پیش کر دی کہ چونکہ میں سارے عالم سے بے نیاز ہوں اور سارے عالم کو اپنا نیازمند و محتاج رکھتا ہوں یہ میری صمدیت دلیل ہے میری احدیت کی۔ سُبحان اللہ کیا علوم اور کیا دلائل ہوتے تھے میرے شیخ کے کہ مزہ آجاتا تھا۔

تبدیلِ سیّئات بالحسنات پر مولانا رومی کی عجیب تمثیل

خیرات میں مولانا رومی کی ایک بات پیش کر کے بیان ختم کرتا ہوں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اگر ہمارے اندر مادۂ نافرمانی رکھ دیا تو مادۂ تقویٰ

بھی رکھ دیا۔ اس کی ایک مثال پیش فرماتے ہیں کہ اگر جنگل میں گوبر پڑا ہوا ہے اور سُورج کی شعاعوں سے خشک ہوگیا جس کو کسی ملک میں کنڈا کہتے ہیں کوئی اوپلا کہتا ہے۔ اس کو نان بائی تنور میں ڈال دیتا ہے پھر وہ سُرخ ہوجاتا ہے اور سارا تنور روشن ہوجاتا ہے اور اس سے تندوری روٹی پک جاتی ہے۔ کیونکہ گوبر خشک ہوکر پاک ہوگیا پھر آگ بن کر لال ہوگیا اس نے روٹی بھی پکادی اور روشنی بھی پیدا کردی۔ تو یہ کس کا فیض ہے؟ اللہ کی ادنیٰ مخلوق سُورج کا یہ اثر ہے کہ گوبر اور نجاست کو یہ مقام ملا کہ پاک ہوگئی۔

آفتاب ظاہری کا اثر نجاستوں پر

یہ تو گوبر کا خشک حصہ تھا لیکن سُورج کی شعاعوں سے جب معدہ زمین گرم ہوا تو اس نے گوبر کا سیال، پتلا اور لیکوئیڈ حصہ چوس لیا جو کھاد بن گیا۔ اب اسی کھاد سے گلاب اور چنبیلی سوسن و ریحان، خوشبو اور بیلا پیدا ہو رہا ہے تو مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اے خدا آپ کی مخلوق سُورج کی شعاعوں میں یہ اثر ہے کہ نجاستِ غلیظہ کے ایک حصے کو تنور میں روشن کردیتی ہے اور ایک حصہ کو گلاب اور چنبیلی بنا دیتی ہے جب آپ کے ظاہری سُورج کی شعاعوں میں یہ تاثیر ہے تو آپ کے کرم کا سورج جس پر چمک جاتے اس کے اخلاق رذیلہ کا کیا عالم ہوگا۔ اس کے تقاضوں کی نجاستوں کا کیا عالم ہوگا۔ اس کے اخلاق رذیلہ اور تقاضائے گناہ کیوں نہ ایک دم میں اخلاق حمیدہ اور ذوق عبادت سے تبدیل ہو جائیں گے۔ آہ! پھر یہ شعر مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

آفتابت بر حدثہا می زند

اے خدا آپ کا آفتاب آسمانی ظاہری نجاستوں پر اثر کرتا ہے اور ؎

لطف عام تو نمی جوید سند

آپ کا لطفِ عام قابلیت نہیں تلاش کرتا اگر قابلیت تلاش کرتا تو آپ کے آسمان کا سُورج نجاستوں پر اثر نہ کرتا۔ سُورج کہتا کہ میری شعاعوں کا توہین اور میری شعاعوں کا عظمت کے خلاف ہے کہ میں پاخانہ پر اپنا اثر ڈالوں۔ اپنی رفتار بدل دیتا۔

آفتابِ رحمتِ حق کا اثر باطنی نجاستوں پر

لیکن اے خدا جب آپ کا آسمان والا سورج نجاستوں کو سوسن وگلاب وچنبیلی بنارہا ہے اور تنور میں روشن کر کے روٹی پکار ہا ہے تو آپ کے کرم کا سُورج کیسا ہوگا جب آپ کی مخلوق سُورج، آپ کی اونیٰ بھیک کا یہ حال ہے تو آپ کے کرم کی بھیک کا کیا عالم ہوگا اور بھیک دینے والے کے کرم کا کیا عالم ہوگا۔ جس کے دل کی نجاستوں پر جس کے دل کے گندے تقاضوں پر آپ کی رحمت اور کرم کی شعاع پڑ جاتے پھر اس کے وہی تقاضے اور رذائل نورِ تقویٰ بن جاتے ہیں اور اللہ تعالےٰ اپنی عطا کے لیے سند نہیں چاہتے، وہ خود قابلیت دے دیتے ہیں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب جانوروں کے گوبروں اور نجاستوں کو اللہ تعالےٰ خلعتِ گُل اور خلعتِ نُور عطا کر رہے ہیں ؎

چوں خبیثاں را چنیں خلعت دہی

اے اللہ جب آپ خبیث نجاستوں کو یہ خلعت، یہ پوشاک اور یہ لباس عطا کر رہے ہیں، گلاب وچنبیلی کا لباس، روشنی و نور کا لباس تو ؎

من چہ گویم طیبیں را چہ دہی

تو اے اللہ آپ اپنے پاک بندوں کو کیا کچھ عطا فرماتے ہوں گے جلال الدین رومیؒ اس کے بیان سے قاصر ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ کے کرم کا سورج اللہ والوں پر اور اللہ کے دین پر چلنے والوں پر، سالکین اور مریدین کے دلوں پر، ان کے آہ و نالوں پر کیا کیا نعمتیں برساتا ہے۔

نسبت مع اللہ کے آثار

جب آپ کے کرم کا سورج ان پر طلوع ہوتا ہے تو اخلاق رذیلہ اخلاق حمیدہ سے بدل جاتے ہیں۔ وہی محبت جو مرنے والی لاشوں پر فدا ہو رہی تھی، وہی محبت اب سجدوں میں اللہ پر فدا ہو رہی ہے، وہی محبت بصورت سُبحان ربی الاعلیٰ اللہ کے قدموں میں اپنا سر رکھے ہوئے ہے جو سب سے بڑے ہیں، جو خالق سر ہیں۔ عزت اسی کی ہے جو خالق سر کے قدموں میں سر رکھ دے۔ جس سر نے خالق سر کے قدموں میں سر رکھ دیا اس کے سارے ہو گئے پھر اس کی کوئی مشکل قائم نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ سب سے بڑے کے قدموں میں سر آگیا۔ اب ساری مشکل اس کی سر ہو گئی۔

نورِ تقویٰ کیسے پیدا ہوتا ہے؟

تو دوستو! یہ عرض کر رہا ہوں۔ چند دن کا معاملہ ہے تھوڑی سی ہمت کر لیجئے اور بدپرہیزی نہ کیجئے یعنی گناہ کے تقاضوں پر عمل نہ کیجئے۔ جس طرح سورج جنگل کے گوبروں کو سکھا کر اوپلا اور معدۂ زمین کو گرم کر کے اس کے لیکوئیڈ کو کھاد بناتا ہے اسی طرح گناہوں کے تقاضوں کو مجاہدہ کے سورج کی شعاعوں سے سوکھنے دو۔ یعنی تقاضوں پر عمل نہ کرو

تو ایک دن نورِ تقویٰ پیدا ہو جائے گا۔ لیکن اگر کوئی گوبر کو سوکھنے ہی نہ دے اور روزانہ بیل اس پر تازہ گوبر کر دے تو جو حصہ سُورج نے خشک کیا تھا وہ پھر نرم ہو جائے گا اور خشک نہیں ہونے دے گا اور معدۂ زمین جو گرم ہوا تھا چوسنے کے لیے وہ پھر ٹھنڈا ہو جائے گا اور سورج کی شعاعوں کی ساری نعمت ضایع ہو جائے گی۔ ایسے ہی بعض لوگ بد پرہیزی کر کے اپنے شیخ کی محنتوں کو ضایع کر دیتے ہیں۔ وَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی اور اللہ تعالیٰ ہی سے میری فریاد ہے۔

فلاح کے معنی

اور آیتِ پاک کا ترجمہ یہ ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا جس نے اپنا تزکیہ کر لیا اس کو دونوں جہاں کی فلاح مل گئی وہ دونوں جہاں پا گیا، دُنیا بھی پا گیا آخرت بھی۔ کیونکہ فلاح کے معنی ہی یہ ہیں جَمِیْعُ خَیْرِ الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا پوری دُنیا کی فلاح پوری آخرت کی فلاح۔ دونوں جہان پا گیا وہ جس نے اپنا تزکیہ کر لیا اور مزکّی کا حکم مان لیا، جو تزکیہ کرنے والا شیخ ہے اس کا حکم مان لیا۔ شیخ جیسے کہے ویسے کر لو۔ نہ خاندان دیکھو نہ پان دان دیکھو۔ جان دے دو۔ انشاء اللہ یہی خاندان تمہاری جوتیاں اٹھائے گا۔ بس دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق دے۔

اے اللہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ میں میرے اس وعظ کو قبول فرما اور اس وعظ کو قبول فرما کر یا اللہ واعظ کو بھی اور جتنے سامعین ہیں ان سب کی میری زبان کو میرے دوستوں کے کانوں کو قبول فرما کر ہم سب کو مجسّم مکمل مقبول فرما اور اپنی رحمت سے ہمارے سینوں سے مجرم دل کو نکال کر اے خدا اس مجرم دل کو اللہ والا دل بنا دے۔ تقویٰ والا دل بنا دے۔ آپ تو قادر ہیں کہ آگ کو پانی کر دیں پانی کو آگ کر دیں۔ خوشی کو غم کر

دیں غم کو خوشی کر دیں۔ ہمارے دل کو درد بھرا دل عطا فرمادیں اور اللہ والا دل عطا فرما دیں۔ سلامتی اعضا اور سلامتی ایمان کے ساتھ حیات نصیب فرمائیے۔ سلامتی اعضا اور سلامتی ایمان کے ساتھ دنیا سے اٹھائیے یہ دعا ہمارے لیے ہمارے بچوں کے لیے آپ سب کے لیے آپ کے بچوں کے بچوں کے لیے گھر والوں کے لیے یا اللہ سارے عالم کے مسلمانوں کے لیے قبول فرما یارب العالمین ہم سب کو اپنے اولیائے صدیقین کی جو آخری سرحد ہے یعنی نسبت اولیائے صدیقین وہ اختر کو اس کی اولاد کو گھر والوں کو اس کے رشتہ داروں کو اور میرے سارے سامعین حضرات کو ان کے گھر والوں کو یا اللہ اپنی رحمت سے نسبت اولیائے صدیقین عطا فرما دے۔ اور ایک دعا آج کل اختر مانگ رہا ہے آپ سب سے آمین کی درخواست کرتا ہوں کہ اے خدا ہم سب کو ایسا ایمان ایسا یقین عطا فرما دے کہ ہماری زندگی ہر سانس آپ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی ہم آپ کو ناراض نہ کریں ایسی محبت اپنی عطا فرما دیجئے، ایسا جذبہ عطا فرما دیجئے، ایسی عظیم ہمت عطا فرما دیجئے کہ اے خالق حیات اے ہماری زندگی کے پیدا کرنے والے اور ہماری زندگی کو باقی رکھنے والے اور ہماری زندگی کو پالنے والے اپنی رحمت سے ہماری زندگی کے اندر ایسا ایمان اور یقین بھر دیتے کہ ہماری زندگی کا ہر نفس آپ کی رضا اور خوشی کے اعمال پر فدا ہو اور آپ کو ایک سانس بھی ہم ناراض نہ کریں یعنی آپ کی نافرمانی میں ایک سانس بھی مبتلا نہ ہوں۔ اگر کبھی خطا ہو جائے تو اے اللہ توفیق توبہ سے سجدہ گاہوں کو آنسوؤں سے تر کر کے نہایت ہی ندامت کے ساتھ توبہ کی توفیق عطا فرما دیجئے۔ ہماری دنیا آخرت سب بنا دیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

زندگی کے دو رُخ
گئی وہ بھول جمالِ رُخِ مہ و انجم
مری نظر جو رُخِ آفتاب سے گذری
یہ کائنات اسے تنگ تھی باایں وسعت
کوئی حیات جو اس کے عتاب سے گذری
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جمع ضدین خوشی و غم

رضائے دوست کی خاطر یہ حوصلے ان کے

دلوں پہ زخم ہیں پھر بھی یہ مسکراتے ہیں

عجیب مظہرِ اضداد ہیں ترے عاشق

خوشی میں روتے ہیں اور غم میں مسکراتے ہیں

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم